دوسری قسط

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر خالد شبیر احمد

قیامِ پاکستان کے بعد:

قیامِ پاکستان کے بعد بھی اگرچہ آپ کا صدر مقام رائے پور ہی رہا لیکن پاکستان کے اندر بھی ہر جگہ آپ کے ارادت مند پھیلے ہوئے تھے۔ جن کی روحانی پیاس بجھانے کے لیے آپ اکثر و بیشتر پاکستان تشریف لاتے۔ معمول یہ تھا کہ (پاکستان تشریف لاتے اور پاکستان کے اندر مختلف مقامات پر کئی کئی ماہ قیام فرماتے۔ اس دوران پورے ملک کے اندر پھیلے ہوئے عقیدت مند ہر جگہ سے آپ کے ہاں جوق در جوق تشریف لاتے اور اپنی استطاعت کے مطابق آپ کی روح پرور محفلوں میں بیٹھ کر آپ کے فیوض و برکات سے استفادہ کرتے۔ ہر دفعہ قیام پاکستان کے دوران کئی نئے لوگ آپ کی بیعت سے مشرف ہو کر حلقۂ ارادت میں شمولیت اختیار کرتے جس جگہ بھی آپ کا قیام ہوتا وہ جگہ ایک خانقاہ کی شکل اختیار کر لیتی تھی اور آنے والوں کا تانتا بندھ جاتا تھا۔ ہر وقت آپ کی موجودگی میں ذکرِ الٰہی سے فضا معمور اور دل مسحور رہتے۔

تقسیم ملک کے بعد آپ پہلی دفعہ ربیع الاوّل کے مہینے میں غالباً ۱۳۶۸ھ بمطابق ۱۹۴۹ء پاکستان تشریف لائے۔ دہلی سے کراچی پہنچے اور کراچی سے ملتان اور ملتان سے فیصل آباد (لائل پور) کچھ دن قیام کر کے آپ ۲۰ رفروری ۱۹۴۹ء کو اپنے وطن ڈھڈیاں تشریف لے گئے۔ ۱۹۴۹ء کے بعد آپ مسلسل پاکستان تشریف لاتے۔ کئی جگہوں پر قیام رہتا لیکن سب سے زیادہ قیام لاہور میں ہی ہوتا تھا۔ دوسری دفعہ جب آپ ۱۹۵۱ء میں پاکستان تشریف لائے تو آپ کا قیام صوفی عبدالحمید کی کوٹھی پر تھا جو پنجاب لیگی حکومت میں غالباً وزیر بحالیات تھے۔ ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن شاہ صاحب بخاری فرماتے ہیں کہ اس بات کا علم جب امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کو ہوا کہ حضرت لاہور میں تشریف لے آئے ہیں۔ اور قیام ان کا لیگی وزیر کے ہاں ہے تو آپ بڑے بے چین اور مضطرب رہے کہ لیگی وزیر کے ہاں کس طرح جاؤں لیکن جلد ہی اپنے پیر و مرشد کی محبت اور عقیدت غالب آئی اور آپ نے اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ وہ اپنے پیر و مرشد کو ملنے کے لیے جہاں بھی ہیں جائیں گے۔ چنانچہ جب آپ صوفی عبدالحمید کو کوٹھی پر تشریف لے گئے تو اسے اتفاق کہہ لیجئے یا پھر کچھ اور نام دے لیجئے کہ صوفی عبدالحمید صاحب اپنی کوٹھی کے مرکزی دروازے پر امیر شریعت کے استقبال کے لیے پہلے سے ہی موجود تھے۔ انہوں نے مسکرا کر بڑی تعظیم کے ساتھ آپ کو خوش آمدید کہا اور کہا کہ میرے لیگی ہونے کا اپنے ذہن پر

کوئی اثر نہ لیں میں تو آپ کا بھی عقیدت مند ہوں اور آپ کی دینی سیاسی خدمات کا دل وجان سے معترف ہوں اور اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ آپ پیرومرشد کو ملنے کے لیے میرے گھر تشریف لائے۔ جس کے بعد امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی وہ کیفیت جاتی رہی جس کا پہلے ذکر ہوا ہے۔

صوفی عبدالحمید کی کوٹھی کے بارے میں مولانا ابوالحسن علی ندوی تحریر کرتے ہیں،

> ''یہ کوٹھی کثیر التعداد اور وسیع کمروں اور ایوانوں، ڈرائنگ روم اور متعدد غسل خانوں پر مشتمل ہے۔ جس میں بیک وقت سوڈیڑھ سو آدمی گذارا کرسکتے ہیں۔ کوٹھی میں ایک وسیع چمن اور سبزہ زار ہے۔ ایک ایک وقت میں سوسو مہمان ہوگئے۔ صوفی صاحب کے متعلقین اوپر کی منزل میں منتقل ہوجاتے اور خود نیچے کی منزل میں ایک چھوٹے سے کمرے پر قناعت کرتے اور پوری کوٹھی آنے والے مہمانوں اور اللہ اللہ کرنے والے دوستوں کے حوالے کردیتے جو درویشانہ اور متوکلانہ جہاں جگہ پاتے پڑجاتے۔ نمازوں کے وقت کمروں کی حدود ختم ہوکر دور دور تک صفیں ہوتیں اور مکبر مقرر ہوتے۔ گرمیوں میں باہر وسیع سبزہ زار اور سردیوں میں اندر زیر سقف مجلس ہوتی۔ شام کی مجلس میں شہر کے مقتدر اہل علم وصلاح اور بعض مرتبہ مشاہیر وعمائد شہر بھی ہوتے۔ لاہور کے علماء مشائخ ومشاہیر میں حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اکثر صبح کے وقت اور بعض مرتبہ شام کی مجلس میں بڑے اہتمام سے تشریف لاتے۔ مؤدب اور دوزانو خاموش مراقب بیٹھ جاتے۔ اگر حضرت کچھ سوال کرتے تو خاموش اور نہایت اختصار کے ساتھ جواب دیتے ورنہ بالکل خاموش رہتے۔ مولانا کے علاوہ سلسلۂ دیوبند کے دوسرے متعدد علماء واساتذہ آتے رہتے بعض اوقات لاہور اور پنجاب کے اتنے اہل علم، اعلیٰ عہدے دار، سیاسی رہنماء اور قومی کارکن جمع ہوجاتے جن کا ایک جگہ دوسرے مقام پر بیک وقت جمع ہونا مشکل سمجھا جاتا ہے۔ ان میں بڑی تعداد احراری علماء اور رہنماؤں کی ہوتی۔ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری بھی تشریف لایا کرتے اور ہفتوں قیام فرماتے اور مجلس میں بلبل کی طرح چہکتے۔ ان کی موجودگی اور شیریں نوائی سے لطف صحبت دوبالا ہوجاتا۔ حضرت کی بشاشت اور شیفتگی بھی ان کی موجودگی سے بڑھ جاتی۔''
>
> (سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوری، مولانا ابوالحسن ندوی، صفحہ ۹۰۔۱۸۹)

ایک مرتبہ راقم کو بھی اس مجلس میں شرکت کا موقعہ اللہ تعالیٰ نے میسر فرمایا۔ میں ان دنوں حصولِ تعلیم کے سلسلے میں لاہور میں ،۴ مزنگ روڈ پر جناب خضر تمیمی کے دفتر میں اپنے دوست پروفیسر ممتاز سہارن کے ساتھ مقیم تھا کہ اعلان ہوا مولانا ابوالکلام آزاد کی غائبانہ نماز جنازہ موچی دروازے کے باہر پڑھائی جائے گی۔ میں اپنے دوست کے ہمراہ موچی

دروازے پہنچا اور اس جنازے میں شرکت کی۔ یہیں پر مجھے معلوم ہوا کہ میرے پیرومرشد امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری بھی لاہور میں تشریف لائے ہوئے ہیں اور وہ ریڈیو پاکستان کے ساتھ حاجی عبدالمتین صاحب کی کوٹھی پر قیام پذیر ہیں۔ چنانچہ میں نے اپنے دوست سے کہا کہ میں چلا اپنے پیرومرشد کے پاس آپ کا کیا پروگرام ہے؟ اس نے کہا کہ چلو میں بھی آپ کے ساتھ ہی چلتا ہوں چنانچہ ہم دونوں پیدل موچی دروازے سے حاجی عبدالمتین کی کوٹھی پر پہنچے تو پتا چلا کہ امیر شریعت یہاں پر قیام پذیر نہیں ہیں بلکہ وہ تو صوفی عبدالحمید کی کوٹھی جو کہ جیل روڈ پر ہے وہاں اپنے پیرومرشد کے ساتھ قیام پذیر ہیں۔ چنانچہ ہم دونوں صوفی صاحب کی کوٹھی پر پہنچے۔ کوٹھی کے اندر داخل ہوئے تو کشادگی، وسعت اور اس کے سبزہ زار سے انتہائی متاثر ہوئے۔ مرکزی دروازے سے لے کر عمارت تک ایک لمبا فاصلہ طے کیا تو باہر امیر شریعت علیہ الرحمۃ چند عقیدت مندوں کے درمیان تشریف فرما تھے۔ میں نے انتہائی ادب واحترام کے ساتھ سلام عرض کیا تو فرمانے لگے تم یہاں پر بھی آ پہنچے۔ جواب میں، میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کے لیے آج کافی پیدل سفر کرنا پڑا۔ بڑی مشکل سے آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا کہنے لگے کہ مجھ پہ کیا احسان کیا اچھے خاصے صحت منداور جوان ہو مجھے دیکھو کہ میں نے آج اس پیرانہ سالی میں ہسپتال میں اپنے دانتوں کے لیے تین منزلہ سیڑھیاں چڑھنے کا کٹھن کام کیا۔ اس کے باوجود دیکھو ٹھیک ٹھاک بیٹھا باتیں کررہا ہوں۔ باتیں کیا تھیں مولانا ابوالکلام کی شخصیت پر امیر شریعت کی زبان وبیان ایک عجیب وغریب تاثر پیدا کررہا تھا۔ فرمارہے تھے کہ

''عربی مولانا کی مادری زبان تھی۔ فارسی ان کے گھر کی لونڈی اور اردو ان کے در کی باندی اور انگریزی اتنی اچھی جانتے تھے کہ مجھے مخاطب ہوکر کہنے لگے ''بابو تم بھی کیا جانو گے۔''

کافی دیر تک مولانا کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے رہے اور یہ بھی کہا کہ ''حکومت ہندوستان کا یہ کوئی آپ پر احسان تھا کہ ان کے وزیر تعلیم تھے وہ تو ابوالکلام کا بھارتی حکومت پر احسان تھا کہ وہ ان کے وزیر تعلیم تھے۔''

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک آدمی آیا اور امیر شریعت سے کہا کہ شاہ جی حضرت آپ کو اندر بلا رہے ہیں۔ میں نے دیکھا تو امیر شریعت کے چہرے کا رنگ تبدیل ہوا، ننگے سر تھے فوراً آپ نے اپنا سر بڑے رومال سے ڈھانپ لیا اور حضرت جو کہ ایک کمرے میں تھے اُدھر چل دیئے۔ ہم دونوں بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ آپ کے پیچھے کمرے تک پہنچے تو اندر کیا دیکھا کہ ایک بڑے سے پلنگ پر ایک کونے پر حضرت رائے پوری تشریف فرما تھے اور کمرہ اپنی وسعت کے باوجود لوگوں کی کثرت کیوجہ سے تنگ تھا۔ ہم تو دروازے پر ہی رُک گئے کہ اندر جگہ نہیں تھی۔ امیر شریعت نے حضرت کو سلام عرض کیا اور بڑی خاموشی سے پلنگ کے ساتھ نیچے بیٹھنے لگے تو حضرت رائے پوری نے فرمایا کہ ''نہیں شاہ جی آپ اوپر میرے پاس پلنگ پر بیٹھیں امیر شریعت تعمیل ارشاد کرتے ہوئے پلنگ پر دوسرے کونے پر بیٹھ گئے حضرت رائے پوری نے فرمایا ''شاہ جی میں نے آپ کو اس لیے بلوایا ہے کہ آپ ان لوگوں کو وعظ فرمائیں''۔ آپ نے وعظ فرمایا۔ ہم دیر تک پیرومرید دونوں کو باری باری دیکھتے اور شاہ کے

وعظ سے مستفیض ہوتے رہے۔ جس کے بعد واپس آ گئے کہ اندر تو تل دھرنے کو بھی جگہ نہ تھی۔

قیام پاکستان کے دوران دو اضافے:

مولانا ابوالحسن علی ندوی اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۱۹۱ پر تحریر فرماتے ہیں:

''پاکستان کے دوران قیام دو نئی باتوں کا اضافہ ہو جاتا ایک تو یہ کہ پاکستان پہنچ کر تحریک قادیانیت کے خطرات اور اس کے دور رس اثرات کا احساس (جو کبھی فراموش اور نظر انداز نہیں ہوتا تھا) تازہ ہو جاتا اور طبیعت مبارک پوری قوت و ہمت کے ساتھ اس کے مقابلے، تردید اور ملک کی اس سے حفاظت کی ضرورت کی طرف متوجہ ہو جاتی اور یہ مسئلہ مجالس اور گفتگو کا سب سے بڑا موضوع بن جاتا۔ علماء اور زعمائے احرار اس سے (جن کو اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ کے مقابلے کی خصوصی توفیق عطا فرمائی ہے اور حضرت نے اس کو ''جہادِ اکبر'' پر مامور فرمایا ہے۔) آ جاتے تو ہر گفتگو ختم ہو کر بے اختیار یہی موضوع چھڑ جاتا۔ خصوصاً مولانا محمد علی جالندھری، مولانا لال حسین اختر اور قاضی احسان شجاع آبادی کی تشریف آوری تو گویا دل کا ساز چھیڑ دیتی اور اس موضوع کے سوا دوسرا موضوع سخن نہ رہتا۔ ان حضرات کی کارگزاری سے ان کی ہمت افزائی اور تحسین فرماتے اور نئی تحقیقات، معلومات دریافت فرماتے۔ مولانا محمد حیات جو قادیانی لٹریچر کے حافظ اور قادیانیت کا دائرہ معارف (انسائیکلوپیڈیا) میں تشریف لاتے تو گویا ردِ قادیانیت کی کتاب کھل جاتی۔ ہمہ تن گوش اور سراپا ذوق ہو کر ان کی نادر تحقیقات اور زندگی کے تجربات سنتے اور کسی طرح ان کی گفتگو سے سیر نہ ہوتے۔ حضرت کو اسی محفل میں کھل کھلا کر ہنستے اور لطف و مسرت کا اظہار کرتے دیکھا گیا۔ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری وقتاً فوقتاً مجلس کو اپنے لطائف اور قادیانیت پر تبصرہ زعفران زار اور باغ و بہار بناتے۔ حضرت اس میں کوئی مداخلت گوارہ نہ فرماتے اور گویا کیفیت یہ ہوتی

''وہ کہیں اور سنا کرے کوئی''

تقسیم کے بعد حضرت کے سفر و قیام کا بڑا زمانہ سکندر مرزا کے اقتدار اور پاکستان میں شیعیت کے فروغ و انتشار کا زمانہ تھا۔ پنجاب میں جابجا شیعیت کی تبلیغ اور صحابہ کرام کی توہین کا مشغلہ جاری تھا۔ حکومت کا رویہ اور حکام کی چشم پوشی اور بعض جگہ اہل تشیع کی حمایت اہل سنت کے لیے بڑی شکایت اور رنج کا موجب بن گئی۔ حضرت سے تعلق رکھنے والے متعدد علماء اور احراری رہنما بالعموم حفاظتِ ناموسِ صحابہ اور شیعیت کے بڑھتے ہوئے اثرات کا مقابلہ کرنے

میں مشغول تھے اور انہوں نے جابجا اس کے مرکز اور اس مقصد کے لیے انجمنیں قائم کر رکھی تھیں۔ حضرت کی آمد کے موقع پر یہ حضرات اکثر تشریف لاتے اور ملک کے افسوسناک حالات سناتے اور حکام کے تغافل یا شیعیت کی حمایت کی شکایت کرتے۔ حضرت سنِ شعور سے صحابہ کرام کی محبت وعظمت کا غلبہ تھا۔ اکثر فرمایا کرتے کہ صحابہ کرام کی وجہ سے ہم مسلمان ہیں یہی ہمارے مرشد اور ہادی ہیں۔ پاکستان پہنچ کر اور شیعیت کی تبلیغ اور صحابہ کی توہین کے واقعات سن کر آپ پر صحابہ کرام کی محبت کا جذبہ بہت غالب آجاتا۔ بالعموم ان دوستوں سے جو خود شاعر تھے یا دوسرے شاعروں کے اشعار خوش الحانی سے پڑھتے تھے فرمائش کر کے صحابہ کرام کی مدح اور خصوصیت کے ساتھ خلفائے راشدین اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی منقبت میں اشعار سنتے اس وقت آپ پر محبت کا عجب غلبہ اور عجب محویت وکیفیت طاری ہوتی۔ ایک زمانہ میں مشکل سے کوئی دن اس سے خالی جاتا۔ رات کو اکثر سونے سے بیشتر اشعار سنتے آنکھوں میں آنسو اور چہرے پر گہرا اثر ہوتا۔ ایسا معلوم ہوتا کہ ان اشعار کا سننا درد کی دوا اور روح کی غذا بن گئی ہے۔''

اکابر شیوخ کی نیابت میں:

اگر ہندوستان کے اکابر شیوخ کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ ہماری اس دھرتی کے متعدد شیوخ جن میں خاص طور پر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء حضرت مجدد الف ثانی، شاہ کلیم اللہ جہان آبادی، حضرت شاہ ولی اللہ، ایسے حضرات ہیں کہ جنہوں نے ہندوستان کی سرزمین پر دین اسلام کی تعلیمات سے اسلام کو پھیلایا اور ہزاروں لاکھوں غیر مسلم ان کے ہاتھوں پر مسلمان ہوئے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی واضح ہے کہ ان حضرات نے ہی اسلام کو مختلف تحریکوں کے ذریعے اس وقت بچایا بھی جب کہ مسلمانوں پر کوئی مشکل وقت آیا ان حضرات نے گوشہ عزلت یا پھر اپنے مرکز ارشاد وتربیت میں بیٹھ کر بھی بڑی بڑی انقلاب انگیز تحریکوں کی سرپرستی کی۔ وقت کے فتنوں کا مقابلہ کیا ایسے فتنے جو مسلمانوں کو دین اسلام سے متنفر کرنے کے لیے مختلف انداز میں برپا کیے گئے۔ یہ حفاظتِ اسلام کا ایک اہم فریضہ تھا جو ان حضرات نے سرانجام دیا۔ ان کی تحریک اور ان حضرات کی ترغیب، ان کی نگرانی اور ان کی ہدایات کی روشنی میں ہی ان خدشات کا سدِ باب ہوا جو اس وقت بھارت کی سرزمین پر مسلمانوں کو درپیش تھے۔

دیکھنے والوں کی نگاہ میں صرف وہ تحریکیں تھیں جس میں تمام مسلمان رضا کاروں کی حیثیت میں ہر طرح کی قربانی پیش کر رہے تھے، لیکن جو لوگ حقیقت حال سے واقف ہیں وہ اس بات کو بڑی اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ ان تحریکوں میں کام کرنے والے جاں نثاروں کی ڈور کن کے ہاتھ میں تھی۔ وہ کون لوگ ہیں جن کا اخلاص، سوزِ دروں، جن کی

حکمت وفراست کام کرنے والوں سے ایک ایسا کام لے رہی تھی جس کی وجہ سے سرزمین پاک وہند میں دین اسلام اور مسلمانوں کے اعتقادی سرمایے کی حفاظت کا سامان مہیا ہوا۔

حضرت عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ اپنے شیخ کی نیابت ووراثت میں اور ان شیوخ متقدمین جن کا ذکر اوپر آچکا ہے تقلید واتباع میں اپنے لیے گوشۂ عزلت کا انتخاب کیا تھا اور بظاہر صرف سلوک وتربیت سے ہی تعلق رکھا تھا لیکن انہوں نے اس کے ساتھ ساتھ اپنے اسلاف کرام کی تقلید اور نیابت میں متعدد دینی تحریکوں اور خدمت دین اور حفاظت اسلام کے مختلف کاموں کی سرپرستی بھی فرمائی۔ جس کی تفصیلات ابھی تک عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ اس کے باوجود مجلس احرار اسلام جو آزادی ہند اور قادیانیت کے رد میں دیگر تمام دینی جماعتوں سے ایک منفرد اور ممتاز حیثیت اختیار کرچکی ہے کہ آپ کی طرف سے سرپرستی کرنا تو ایک واضح حقیقت ہے جس سے کوئی انکار تو کیا انکار کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنی کتاب سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری کے صفحہ نمبر ۲۹ پر اس طرح ذکر کرتے ہیں۔

تحریک احرار:

احرار کی تحریک اگرچہ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور چودھری افضل حق مرحوم کی سیاسی ذہانت اور مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے اخلاص، جوش اور سحر بیانی کا نتیجہ تھی۔ لیکن اس کے قالب میں جو دینی روح تھی وہ حضرت کے ہی تعلق اور اخلاص اور درد کا پرتو تھی۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہما اللہ نہ صرف حضرت سے بیعت وانتساب کا تعلق رکھتے تھے۔ بلکہ ان کو حضرت سے اور حضرت کو ان دونوں سے بہت گہرا تعلق تھا اور ان دونوں کے علاوہ احرار کے بیشتر علماء ورہنما حضرت سے بیعت وتربیت کا تعلق رکھتے تھے۔ حضرت کو احرار کی تحریک اور جماعت سے بڑی توقعات تھیں۔ اس تحریک میں دین وسیاست کا امتزاج، عوام سے تعلق اور اس کے رہنماؤں کا جذبۂ حریت وجہاد، انگریز دشمنی اور ان کی جرات وہمت حضرت کے مزاج سے بہت مناسبت رکھتی تھی اور حضرت کو یہ امید تھی کہ اس جماعت کی کامیابی سے دین کا دائرہ اثر وسیع ہوگا۔

لادینی سیاسی تحریکات کے خراب اثرات سے محفوظ رہیں گے۔ جاننے والوں میں سے کوئی بھی اس بات کا انکار نہیں کرسکتا کہ حضرتؒ کو تحریکِ احرار سے گہری دلچسپی اور اس کے رہنماؤں اور کارکنوں سے عزیزانہ سرپرستانہ محبت وشفقت تھی۔ اور وہ بھی حضرتؒ کو اپنا روحانی سرپرست اور پشت پناہ سمجھتے تھے۔

حضرتؒ اپنی خداداد سیاسی بصیرت سے احرار کے لیے یہی مناسب سمجھتے تھے کہ وہ وقتی اور مقامی تحریکوں اور اندھے جوش سے اپنے کو بچا کر اپنی جدوجہد جاری رکھیں اور نافہم عوام کے جذبات ومطالبوں سے بے پرواہ ہوکر خلوص اور ہوشیاری کے ساتھ اپنا کام کرتے رہیں۔ اور صرف ملک کی آزادی مسلمانوں کے سیاسی مستقبل کی بہتری اور دشمن اسلام

تحریکوں اور سازشوں (جن میں قادیانیت کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے) کا مقابلہ کرنا پیشِ نظر رکھیں۔ اسی مقصد کے پیشِ نظر حضرتؒ احرار کی مسجد شہید گنج ایجی ٹیشن میں شرکت (جو حضرت کے نزدیک احرار کو الجھانے کے لیے شروع کیا گیا تھا) مناسب اور قرینِ خیال نہیں سمجھتے تھے۔ حضرتؒ کے اس رجحان اور جماعت احرار سے تعلق کا اندازہ اس واقعہ سے ہوگا۔ جو مولانا محمد علی جالندھری نے بیان کیا مولانا لکھتے ہیں:

'' پنجاب میں مجلس احرار مقبول ترین جماعت تھی۔ جنگ کے بادل منڈلا رہے تھے ۱۹۳۶ء کے انتخابات سر پر تھے۔ اولاً حکومت پنجاب نے احرار لیڈروں سے سودا کرنا چاہا کہ انتخابات میں تم آگے آؤ ہم تعاون کریں گے۔ آنے والی جنگ میں مجلس احرار نے برطانیہ کی امداد کرنے سے انکار کر دیا۔ جب تک مکمل آزادی کا اعلان نہ کر دیا جائے۔ گورنر پنجاب نے شہید گنج مسجد گرا کر حالات تبدیل کر دیے۔ مجلس احرار پر انتہائی امتحان کا وقت آیا۔ مسلمان انتہائی مشتعل تھے اور ایجی ٹیشن کرنا چاہتے تھے مگر یہ راستہ غلط تھا۔ حکومت کے خرید کردہ لیڈروں نے مسلمانوں کو پاگل بنا دیا تھا۔ احرار بزرگوں نے مسلمان قوم کو راستہ سے روک کر اپنی بے پناہ مقبولیت قربان کرنی گوارہ کی لیکن غلط رہنمائی کر کے اپنا باقی رکھنا منظور نہ کیا۔ پوری مسلمان قوم ناراض ہوگئی۔ گورنر کا منشا پورا ہوا۔ یہ سب کچھ ہونے کے بعد احرار کے بزرگ اتفاقاً حضرتؒ سے کسی جگہ مشرف بزیارت ہوئے۔ بار بار ہنس کر فرمایا کہ میں تو سمجھا تھا کہ ''کووے میرے شیر کووے''، یعنی میرے شیر ایجی ٹیشن کریں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرما دی۔''

(مکتوب مولانا محمد علی جالندھری بنام مؤلف)

(جاری ہے)

☆☆☆

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501